بحث بلند آواز سے ذکر کرنا

پنجاب وغیرہ میں قاعدہ ہے کہ بعد نماز فجر وعشاء بلند آواز سے درود شریف پڑھتے ہیں، مخالفین اس کو حرام کہتے ہیں اور طرح طرح کے حیلوں سے اس کو روکنا چاہتے ہیں۔ایک حیلہ یہ ہے کہ ذکر بالجہر بدعت ہے۔اصول حنفیہ کے خلاف ہے۔اس سے نمازی لوگ نماز میں بھول جاتے ہیں۔لہٰذا یہ حرام ہے۔ذکر بالجہر جائز بلکہ بعض موقعوں پر ضروری ہے لہٰذا اس بحث کے دو باب کیے جاتے ہیں ۔ پہلے باب میں اس کا ثبوت ۔ دوسرے میں اس مسئلہ پر اعتراضات وجوابات۔

پہلا باب

ذکر بالجھر کے ثبوت

ذکر بالجہر جائز ہے اور قرآن وحدیث واقوال علماء سے ثابت ہے۔قرآن فرماتا ہے:

فاذکروا اللہ کذکرکم اٰبآ ء کم او اشد ذکراo (بقرہ:۲۰۰)

ترجمہ: اللہ کا اس طرح ذکر کرو جس طرح اپنے باپ دادوں کا ذکر کرتے ہو بلکہ اس سے زیادہ۔

کفار مکہ حج سے فارغ ہوکر مجمعوں میں اپنی قومی خوبیاں اور نسبی عظمتیں بیان کیا کرتے تھے۔اس کا منع فرمایا اور اس کی جگہ ذکر اللہ کرنے کا حکم دیا۔اور ظاہر ہے کہ یہ بالجہر ہی ہوگا۔اسی لیے تلبیہ بلند آواز سے پڑھنا سنت ہے، خاص کر جماعتوں کے ملنے کے وقت۔رب تعالیٰ فرماتا ہے:

واذا قری القراٰن فاستبعو الہٗ وانصتوا لعلکم ترحمونo (اعراف:۲۰۴)

ترجمہ: جب قرآن پڑھا جاوے تو کان لگا کر سنو اور خاموش رہو تا کہ تم پر رحم کیا جاوے۔

معلوم ہوا کہ بلند آواز سے تلاوت جائز ہے۔ذکر بالجہر ہی سنا جاسکتا ہے نہ کہ ذکر خفی (تفسیر کبیر یہ ہی آیت)

مشکوٰۃ باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ہے:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم اذا سلم من صلوتہٖ یقول بصوتہٖ الا علیٰ لآ الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریك لہٗo

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب اپنی نماز سے فارغ ہوتے تو بلند آواز سے فرماتے تھے۔لا الہ

الا اللہ وحدہٗ لا شریك لہٗ۔

مشکوٰۃ میں اسی جگہ ہے:

عن ابن عباس قال کنت اعرف انقضاء صلوٰۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالتکبیر o

ترجمہ: عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ میں تکبیر کی آواز سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نماز کا اختتام معلوم کرتا تھا۔

یعنی عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بوجہ صغرسنی کے بعض جماعت نماز میں حاضر نہ ہوتے تھے فرماتے ہیں کہ نماز کے بعد مسلمان اس قدر بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے کہ ہم گھروں کے لوگ سمجھ جاتے تھے کہ اب نماز ختم ہوئی۔

لمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے حاشیہ مشکوٰۃ ۸ میں ہے:

ان عباس کان لم یحضر الجماعت لا نہٗ کان صغیرا ممن لا یواظب علٰی ذٰلك o

ترجمہ: حضرت ابن عباس بچے تھے اس لیے جماعت میں پابندی سے نہ آتے تھے۔

مسلم جلد اول باب الذکر بعد الصلوٰۃ میں ان میں ہی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

ان رفع الصوت بالذکر حین ینصرف الناس من المکتوبۃ کان علیٰ عھد النبی صلی اللہ علیہ وسلم o

ترجمہ: یعنی فرائض سے فارغ ہو کر بلند آواز سے ذکر اللہ کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں مروج تھا۔

مشکوٰۃ باب ذکر اللہ عزوجل میں ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے:

فان ذکرنی فی نفسہٖ ذکرتہٗ فی نفسی وان ذکر نی فی ملا ذکر تہٗ فی ملا خیر منھم o

ترجمہ: جو شخص مجھ کو اپنے دل میں یاد کرے تو ہم بھی اس کو اپنے نفس میں یاد کرتے ہیں اور جو مجمع میں ہمارا ذکر کرے تو ہم بھی اس سے بہتر مجمع میں اس کا ذکر فرماتے ہیں (یعنی مجمع ملائکہ میں)۔

جامع صغیر میں ہے:

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکثرا وفی الجنازۃ قول لآ الہ الا اللہ o

ترجمہ: حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جنازہ میں لآ الٰہ الا اللہ زیادہ کہا کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ جنازے کے ساتھ کلمہ طیبہ پڑھنا یا کوئی اور ذکر کرنا ہر طرح جائز ہے بلند آواز سے ہو یا خفیہ رسالہ اذکار مطبوعہ دہلی مصنفہ شیخ محمد تھانوی مولوی رشید احمد صاحب کے استاذ حدیث صفحہ ۷۹ میں ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یجھر مع الصحابۃ بالا ذکار والتھلیل والتسبیح بعد الصلوۃo

ترجمہ: حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے بعد صحابہ کرام کے ساتھ تسبیح وتہلیل بلند آواز سے پڑھتے تھے۔

تفسیر روح البیان پارہ ۴ زیر آیت ربنا ما خلقت ھٰذا باطلا سبحٰنک فقنا عذاب النار (آل عمران:۱۹۱) ہے:

الذکر برفع الصوت جائز بل مستحب اذا لم یکن عن ریاء لیغتنم الناس باظھار الدین ووصول برکۃ الذکر الی السامعین فی الدور والبیوت ویوافق الذکر من سمع صوتہ ویشھد لہٗ یوم القیامۃ کل رطب ویابس سمع صوتہٗo

ترجمہ: بلند آواز سے ذکر کرنا جائز بلکہ مستحب ہے جبکہ ریا سے نہ ہو، تاکہ دین کا اظہار ہو۔ ذکر کی برکت گھروں میں سامعین تک پہنچے اور جو کوئی اس کی آواز سنے ذکر میں مشغول ہو جاوے اور قیامت کے دن ہر خشک وتر ذاکر کے ایمان کی گواہی دے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر میں بہت سے دینی فائدے ہیں۔ تفسیر خازن وروح البیان میں پارہ ۶ زیر آیت واتینا داوٗد زبورا (النساء:۱۶۳) ایک روایت نقل کی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سیدنا ابوموسیٰ اشعری سے فرمایا کہ آج رات ہم نے تمہاری قراءت قرآن سنی تم کو تو داؤدی آواز دی گئی ہے۔ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فقلت اما واللہ یا رسول اللہ لو علمت انک تسمع لحبر تہٗ تحبیرا۔ التحبیر تحسین الصوتo

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ رب کی قسم اگر مجھے خبر ہوتی کہ میرا قرآن صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سن رہے ہیں۔ تو میں اور بھی آواز بلند بنا کر پڑھتا۔

اس حدیث سے دو باتیں معلوم ہوئیں: اولاً یہ کہ صحابہ کرام بلند آواز سے ذکر کرتے تھے کہ باہر آواز آتی تھی۔

دوسرے یہ کہ ذکر اللہ تلاوت قرآن عبادت الٰہی ہے اور عین عبادت میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خوش کرنا صحابہ کرام کی تمنا تھی۔

حمامۃ جرعٰی حومۃ الجندل اسجعی   فانت بمرای من سعاد ومسمعی

مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ باب صلوٰۃ اللیل میں روایت ہے کہ ایک شب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے جانثار صحابہ کرام کا امتحان لینے کے لیے تشریف لے گئے کہ ان کے رات کے مشاغل کو ملاحظہ فرماویں۔ ملاحظہ فرمایا کہ صدیق اکبر تو پست آواز سے قرآن پڑھ رہے ہیں اور فاروق اعظم خوب بلند آواز سے۔ صبح کو ان صاحبوں سے وجہ دریافت فرمائی تو صدیق نے عرض کیا کہ اسمعت من ناجیت منه یا رسول اللّٰہ "یا حبیب اللہ! جس کو سنانا منظور تھا اس کو میں نے سنا دیا یعنی رب کو"۔ فاروق اعظم نے عرض کیا کہ اوقظ الوسنان واطرد الشیطٰن "سوتوں کو جگا رہا تھا۔ شیطان کو بھگا رہا تھا،" سبحان اللہ دونوں جواب مبارک ہیں۔ کسی پر ناراضگی نہ فرمائی۔ بلکہ فرمایا: صدیق! تم اپنی آواز کچھ بلند کرو اور فاروق! تم کچھ پست کرو۔ صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین۔

مشکوٰۃ کتاب اسماء اللہ تعالیٰ میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بار میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہمراہ عشاء کے وقت مسجد میں گیا۔ دیکھا کہ ایک شخص بلند آواز سے قرآن پڑھ رہا ہے میں نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ! یہ ریاکار ہے۔ فرمایا: بل مومن منیب "نہیں بلکہ توبہ کرنے والا مومن ہے" عالمگیری کتاب الکراہیۃ باب چہارم فی الصلوٰۃ والتسبیح وقراء ۃ القرآن میں ہے: قاض عندہٗ جمع عظیم یرفعون اصواتھم بالتسبیح والتھلیل جملۃ لاباس بہٖ کسی قاضی کے پاس بہت بڑی جماعت ہو اور وہ سب مل کر بلند آواز سے سبحان اللہ یا لآ الٰہ الا اللہ کہیں تو اس میں حرج نہیں۔

عالمگیری میں اسی جگہ ہے:

الا فضل فی قراء ۃ القراٰن خارج الصلوٰۃ الجھر o

ترجمہ: نماز کے علاوہ بہتر ہے کہ قرآن بلند آواز سے پڑھے۔

عالمگیری یہ ہی مقام اما التسبیح والتھلیل لاباس بذٰلك وان رفع صوتہٗ "سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ کہنے میں حرج نہیں اگرچہ بلند آواز سے کہے۔ شامی جلد اول مطلب فی احکام المسجد سے متصل ہے۔

اجمع العلماء سلفا و خلفا علٰی استحباب ذکر الجماعۃ فی المسجد الاان یشوش

جهرهم علىٰ نائم اومصل اوقارىo

ترجمہ: متقدمین اورمتاخرین علماء نے اس پر اتفاق کیا کہ مسجدوں میں جماعتوں کا بلند آواز سے ذکر کرنا مستحب ہے مگر یہ کہ ان کے جہر سے کسی سونے والے یا نمازی یا قاری کو پریشانی نہ ہو۔

شامی میں اسی جگہ ہے:

فقال بعض اهل العلم ان الجهر افضل لانهٗ اكثر عملا ولتعدى فائدتهٖ الى السامعين ويوقظ قلب الذاكر فيجمع همهٗ الى الفكر ويصرف سمعهٗ اليه ويطرد النوم ويزيد النشاطo

ترجمہ: بعض اہل علم نے فرمایا ہے کہ بلند آواز سے ذکر کرنا افضل ہے کیونکہ اس میں کام زیادہ ہے اوراس کا فائدہ سننے والوں کو بھی پہنچتا ہے اور یہ ذاکر کے دل کو بیدار کرتا ہے ان کے خیالات اوران کے کانوں کو ذکر الٰہی کی طرف کھینچتا، نیند کو بھگاتا ہے اورخوشی بڑھاتا ہے۔

درمختار باب وۃ العیدین بحث تکبیر تشریق میں ہے:

ولايمنع العامة من التكبير فى الا سواق فى الايام العشر وبهٖ ناخذo

ترجمہ: بقرعید کے دس دنوں میں عام مسلمانوں کو بازاروں میں نعرہ تکبیر کہنے سے نہ روکو اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔

غالباً اس زمانہ میں عوام عید کے دنوں میں بازاروں میں نعرہ تکبیر لگاتے ہوں گے۔ یہ اگر چہ بدعت ہے مگر فرمایا کہ اس سے منع نہ کرو۔ اسی عبارت کے ماتحت شامی میں ہے:

قيل لابى حنيفة ينبغى لاهل الكوفة وغير ها ان يكبروا ايام العشر فى الا سواق والمسجد قال نعم قال الفقيه ابوجعفر والذى عندى انهٗ لا ينبغى ان تمنع العامة عنه لقلة رغبتهم فى الخير وبهٖ ناخذ فافادان فعلهٗ اولىٰo

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا کوفہ وغیرہ کے لوگوں کو یہ مستحب ہے کہ عشرہ ذی الحجہ میں بازاروں اور مسجدوں میں تکبیر کہیں۔ فرمایا کہ ہاں۔ امام ابوجعفر قدس سرہ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ عوام کو اس تکبیر سے نہ روکا جاوے کیونکہ وہ پہلے ہی سے کار خیر میں کم رغبت رکھتے ہیں۔ اسی کو ہم اختیار کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ بازاروں کی تکبیریں مستحب ہیں۔

کتاب الذکر مصنفہ امام نووی کتاب الصلوٰۃ علی النبی میں ہے: یستحب لقاری الحدیث وغیرہٖ ممن فی معناہ اذا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یرفع صوتہٗ بالصلوٰہ علیہ التسلیم بہٖ وقد نص العلماء من اصحابنا وغیر ھم علیٰ انہٗ یستحب ان یرفع صوتہ بالصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التلبیۃo

''یعنی حدیث شریف پڑھنے والوں وغیرہ ہم کو چاہیے کہ جب حضور کا ذکر ہو تو بلند آواز سے صلوٰۃ و اسلام پڑھیں۔ ہمارے علماء نے تصریح فرمائی کہ تلبیہ میں حضور پر بلند آواز سے درود پڑھے۔''

ان کے علاوہ اور بھی احادیث و فقہی عبارات پیش کی جا سکتی ہیں مگر اختصاراً اسی پر کفایت کی جاتی ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ مخالفین کے پیشوا مولوی رشید احمد صاحب بھی اس میں ہم سے متفق ہیں۔ چنانچہ فتاویٰ رشیدیہ جلد سوم کتاب الحظر والا باحہ صفحہ ۱۰۴ میں ایک سوال و جواب ہے۔ سوال یہ ہے کہ ذکر بالجہر اور دعا بالجہر اور درود بالجہر خواہ جہر خفیف ہو یا شدید، جائز ہے یا نہیں؟ الجواب: ذکر خواہ کوئی ذکر ہو امام ابوحنیفہ کے نزدیک سوائے ان مواقع کے کہ ثبوت جہر نص سے ہے۔ وہاں مکروہ ہے اور صاحبین و دیگر فقہاء محدثین جائز کہتے ہیں اور مشرب ہمارے مشائخ کا اختیار مذہب صاحبین ہے۔ والسلام ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۱۲ھ رشید احمد۔

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

اب تو کسی دیوبندی وہابی کو حق نہیں کہ کسی سنی مسلمان کو بلند آواز ذکر سے روکے۔ کیونکہ اس کے بلا کراہت جواز پر رجسٹری ہو چکی۔

عقل بھی چاہتی ہے کہ ذکر بالجہر جائز ہو چند وجوہ سے: اولاً تو اس لیے کہ قاعدہ شریعت ہے کہ ثواب بقدر محنت ملتا ہے۔ اسی لیے سردی میں وضو کرنا، اندھیری رات میں مسجدوں میں جماعت کے لیے آنا، دور سے مسجد میں آنا زیادہ ثواب کا باعث ہے۔ (دیکھو مشکوٰۃ وغیرہ) اور ذکر بالجہر میں بمقابلہ خفی کے مشقت زیادہ ہے لہٰذا یہ افضل ہے۔ دوسرے اس لیے کہ مشکوٰۃ کتاب الاذان میں ہے کہ جہاں تک موذن کی آواز جاتی ہے۔ وہاں تک کے تمام درخت، پتے گھاس جن وانس قیامت میں اس کے ایمان کی گواہی دیں گے۔ تو ذکر بالجہر سے بھی اس فائدے کی امید ہے۔ تیسرے اس لیے کہ خفی ذکر کا فائدہ صرف ذاکر کو ہے مگر ذکر بالجہر کا فائدہ ذاکر کو بھی کہ کلمہ وغیرہ کی ضرب سے دل بیدار ہوتا ہے اور سامعین کو بھی کہ ممکن ہے کہ وہ بھی سن کر ذکر کریں۔ اگر نہ بھی کریں تو بھی سننا ثواب ہے اور لازم سے متعدی

اچھا۔ چوتھے اس لیے کہ مشکوٰۃ باب الاذان میں ہے کہ اذان کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے۔ ابھی فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا جواب نقل کیا جاچکا ہے کہ انہوں نے عرض کیا: اطــرد الشیطــن جس سے معلوم ہوا کہ دیگر اذکار سے بھی شیطان بھاگتا ہے۔ اس لیے ذکر بالجہر میں شیطان سے بھی امن ہے۔ پانچویں اس لیے کہ ذکر بالجہر سے نینداور کسل و سستی دور ہوتی ہے۔ ذکر خفی میں اکثر نیند بھی آجاتی ہے۔ مگر یہ تمام تقرر اس صورت میں ہے کہ جب ریا کاری کے لیے نہ ہو اگر ریا کیلئے ہے تو ریا کی نیت سے مراقبہ کرنا، نماز پڑھنا بھی گناہ کا موجب۔ حضرت نقشبندیہ قدست اسرارھم کا مشغلہ ذکر خفی ہے وہ تو اس پر عامل ہیں:

دل میں ہو یاد تری گوشہ تنہائی ہو پھر تو خلوت میں عجب انجمن آرائی ہو

باقی سلاسل کے اولیاء ذکر بالجہر میں مشغول رہتے ہیں ان کا اس پر عمل ہے:

سارا عالم ہو مگر دیدۂ دل دیکھے تمہیں انجمن گرم ہو اور لذت تنہائی ہو

ہر دو حضرات خدا کے پیارے ہیں۔ نقشبندی حضرات تو خلوت میں جلوت کرتے ہیں اور باقی حضرات جلوت میں خلوت۔ مگر وکلا و عد اللہ الحسنیٰ اللہ تعالیٰ نے سب سے جنت کا وعدہ فرمایا لیا مگر ان کا یہ اختلاف حلت و حرمت میں نہیں۔ اپنا اپنا طریقہ کار ہے۔ نہ تو خفی والے جہر والوں کو طعن کریں نہ جہر والے خفی والوں کو یہ ساری گفتگو ان دیوبندیوں وغیرہ سے ہے جو کہ جہر پر فتوی حرمت لگاتے ہیں۔ مجدد صاحب قدس سرہ کے اس فرمان کے قربان کہ نہ ایں کار میکنم ونہ انکار میکنم رضی اللہ عنہم اجمعین۔

دوسرا باب

ذکر بالجھر پر اعتراضات و جوابات

اعتراض ۱: اس مسئلہ پر مخالفین دو طرح کے اعتراض کرتے ہیں: نقلی اور عقلی، ہم اولاً نقلی اعتراضات میں مع جواب عرض کرتے ہیں۔

واذکر ربك فی نفسك تضرعا و خیفة و دون الجھر من القول بالغدو و الاٰصال٥

ترجمہ: اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کروزاری اور ڈر سے اور بغیر آواز نکلے صبح وشام۔ (اعراف:۲۰۵)

اس سے معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی دل ہی میں چاہیے بلند آواز سے منع ہے۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں: اولاً یہ کہ اس آیت میں ذکر بحالت نماز مراد ہے یعنی اخفا کی نمازوں میں قراءت یا مقتدی ہر نماز میں یا التحیات وغیرہ دل میں پڑھے یا امام قدر ضرورت سے زیادہ آواز نکالے۔ تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

فمن ام فی صلوٰۃ الجھر ینبغی لہٗ ان لا یجھر جھرا شدیدا بل یقتصر علٰی قدر ما یسمعہٗ من خلفہٗ قال فی الکشف لا یجھر فوق حاجۃ الناس والا فھو مسیءo

ترجمہ: جو شخص جہری نماز میں امامت کرے وہ بہت آواز سے قراءت نہ کرے بلکہ اس قدر پر کفایت کرے کہ پیچھے والے سن لیں۔ کشف میں فرمایا کہ قدر ضرورت سے زیادہ نہ چیخے ورنہ گنہگار ہوگا۔

تفسیر کبیر میں اس آیت کے ماتحت: والمراد منہ ان یقع ذٰلك الذکر حیث یکون متوسطا بین الجھر و المخافۃ کما قال اللہ تعالیٰ و لا تجھر "یعنی مراد یہ ہے کہ جہر و اخفا کے درمیان ذکر اللہ چاہیے۔"

تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

قال ابن عباس یعنی بالذکر القرآن فی الصلوٰۃ یرید اقراء سرا فی نفسكo

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ذکر سے مراد نماز میں تلاوت قرآن ہے۔

مقصد یہ ہے کہ دل میں قراءت کرو۔ خود قرآن کریم نے دوسری جگہ اس کو یوں تفسیر فرمائی:

و لا تجھر بصلا تك و لا تخافت بھاوابتغ بین ذٰلك سبیلاo (الاسراء:۱۱۰)

ترجمہ: اور اپنی نماز نہ بہت آواز سے پڑھو نہ بالکل آہستہ ان دونوں کے بیچ میں راستہ ڈھونڈو۔

اور ہم مقدمہ میں عرض کر چکے ہیں کہ تفسیر قرآن بالقرآن سب پر مقدم ہے۔ دوسرے یہ کہ آیت کا مقصد یہ ہے کہ ذکر محض قولی نہ ہو بلکہ قول کے ساتھ قلب بھی شامل ہو کہ اس کے بغیر ذکر بیکار ہے۔

خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

وقلیل المراد بالذکر فی النفس ان یستحضر فی قلبہٖ عظمۃ المذکور جل جلالہٗo

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ دل میں ذکر کرنے سے یہ مراد ہے کہ قلب میں خدائے قدوس کی عظمت موجود ہے۔

اسی خازن میں ہے:

واذا کان الذکر باللسان عاربا عن ذکر القلب کان عدیم الفائدة لان فائدة الذکر حضور القلب و استشعارہٗ عظمة المذکور عزوجل o

ترجمہ: یعنی جبکہ زبانی ذکر قلبی ذکر سے خالی ہو تو بے فائدہ ہے۔کیونکہ ذکر کا فائدہ تو دل کا حاضر کرنا اور خدائے تعالیٰ کی عظمت کا دل میں لانا ہے۔

یا اس کا مطلب یہ ہے کہ بعض اوقات ذکر قلبی ذکر بالجہر سے بہتر ہے یعنی یہ امر استحبابی ہے اور استحباب بھی ہر وقت اور ہر حیثیت سے نہیں بلکہ بعض صورتوں میں ہے۔اسی لیے یہ آیت اس آیت کے بعد کہ واذاقری القراٰن فاستبعوا الہٗ تو دونوں آیتوں کے ملانے سے معلوم ہوا کہ ذکر الٰہی کبھی بالجہر چاہیے اور کبھی آہستہ جب بالجہر ہو تو خاموشی سے سنو۔اور جب آہستہ ہو تو اس میں غور وفکر کرو۔اگر جہر میں خوف ریا ہے تو سکوت بہتر اور اگر یہ مقصود ہو کہ شیطان دفع ہو،قلب بیدار ہو اور سونے والے جگ جاویں اور تمام چیزیں قیامت کے دن ذاکر کے ایمان کی گواہی دیں تو جہر بہتر ہے۔روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

وذکر ربك فی نفسك وهو الذکر بالکلام الخفی فان الاخفاء ادخل فی الاخلاص واقرب من الاجابة وهذا الذکر یعم الاذکار کلها من القراة والدعاء وغیرها o

ترجمہ: اس سے مراد ہے کہ ذکر کیونکہ اخفا کو اخلاص میں زیادہ دخل ہے اور یہ قبولیت سے زیادہ قریب ہے اور یہ ذکر تمام ذکروں اور قراءت اور دعاؤں کو شامل ہے۔

روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

بان الاخفاء افضل حیث خاف الریاء اوتاذی المصلون او النائمون والجهر افضل فی غیر ذٰلك لان العمل فیه اکثر ولان فائدتهٗ تتعدی الی السامعین ولا نهٗ یوقظ قلب الذکر ویجمع همهٗ الی الفکر ویصرف سمعهٗ الیه o

ترجمہ: آہستہ ذکر وہاں افضل ہے جہاں کہ ریا کا خوف ہو یا نمازیوں یا سونے والوں کو ایذا ہو اور اس کے علاوہ دیگر مقام میں ذکر بالجہر افضل ہے کیونکہ اس میں عمل زیادہ ہے اور اس کا فائدہ سننے والوں کو بھی پہنچتا ہے اور اس لیے کہ یہ ذاکر کے دل کو بیدار کرتا ہے۔خیالات کو جمع کرتا ہے اور ذاکر کی طرف کانوں کو متوجہ کرتا ہے۔

اعتراض۲: ادعو ربکم تضرعا خفیۃ انہٗ لایحب المعتدین o (اعراف:۵۵)

ترجمہ: اپنے رب سے گڑگڑا کر اور آہستہ دعا کرو بیشک حد سے بڑھنے والے اس کو پسند نہیں۔

اس سے بھی معلوم ہوا کہ بلند آواز سے ذکر خدا کو ناپسند ہے۔

جواب: اس کے بھی چند جوابات ہیں: اولاً تو یہ کہ اس آیت میں دعا کا ذکر ہے نہ کہ ہر ذکر الٰہی کا اور واقعی دعا خفیہ ہی کرنا افضل ہے تا کہ اخلاص تام ہو۔ تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

ای متضرعین متذللین مخفین الدعاء لیکون اقرب الی الا جابۃ لکون الا خفاء دلیل الاخلاص والا حتراز عن الریاء o

ترجمہ: یعنی زاری اور عاجزی کرتے ہوئے دعا کو خفیہ کرتے ہوئے دعا کرو تا کہ قبولیت سے قریب ہو کیونکہ چپکے سے دعا کرنا اخلاص کی اور ریا سے دور ہونے کی دلیل ہے۔

تفسیر خازن یہ ہی آیت:

وقلیل المراد بہٖ حقیقۃ الدعاء وھو الصحیح لان الدعاء ھو السوال والطلب وھو نوع من انواع العبادۃ o

ترجمہ: کہا گیا ہے کہ اس سے مراد حقیقۃً دعا ہے اور یہ ہی صحیح ہے کیونکہ دعا سوال اور طلب ہے اور یہ ایک قسم کی عبادت ہے۔

تفسیر خازن اسی آیت کے ماتحت ہے:

والادب فی الدعآء ان یکون خفیا لھٰذہ الأیۃ قال الحسن دعوۃ السر ودعوۃ العلانیۃ سبعون ضعفاo

ترجمہ: دعا کا طریقہ یہ ہے کہ خفیہ ہو۔ اسی آیت کی وجہ سے۔ حسن نے فرمایا کہ خفیہ ایک دعا اور علانیہ ستر ۷۰ دعائیں برابر ہیں۔

یا یہ مراد ہے کہ بعض حالات میں ذکر الٰہی خفیہ طور پر بہتر ہے یعنی **ادعوا** سے مراد ذکر الٰہی ہے اور یہ امر استحبابی ہے اور وہ بھی بعض اوقات کے لحاظ سے۔ تفسیر خازن میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

فذھب بعضھم الٰی ان اخفاء الطاعات والعبادات افضل من اظھارھا لھٰذہ الأ یۃ ولکونھا

ابعد عن الرياء وذهب بعضهم الٰى ان اظهارها افضل ليقتدى به الغير فيعمل مثل عملهٖ وذهب بعضهم الٰى ان اظهار العبادات المفروضة افضل من اخفائها o

ترجمہ: بعض مفسرین ادھر گئے ہیں کہ عبادتوں کو خفیہ کرنا ظاہر کرنے سے بہتر ہے اسی آیت کی وجہ سے اور اس لیے یہ ریا سے زیادہ دور ہے اور بعض فرماتے ہیں کہ اظہار افضل ہے تا کہ دوسرے بھی اس کی پیروی کر کے عبادت کریں اور بعض فرماتے ہیں کہ فرضی عبادات کا اظہار خفا سے بہتر ہے۔

اعتراض ۳: واذا سالك عبادى عنى فانى قريب اجيب دعوة الداع اذا دعانo(بقرہ:۱۸۶)

ترجمہ: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ ہم سے قریب ہے دل کے خیالات اور آہستہ بات کو سنتا ہے۔ پھر بلند آواز سے پکارنا بے کار ہے۔

جواب: اس آیت کریمہ میں ان لوگوں کے خیال کو باطل فرمایا گیا جو ذکر بالجہر یہ سمجھ کر کریں کہ خدا ہم سے دور ہے۔ بغیر بلند آواز کے وہ ہماری سنتا نہیں یہ خیال محض جہالت ہے ذکر بالجہر تو غافل قلب کو جگانے کے لیے ہوتا ہے۔ تفسیر روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

وسبب النزول ماروى ان اعرابيا قال لرسول الله صلى الله عليه وسلم اقريب ربنا فنناجيه ام بعيد فننا ديه فقال تعالٰىo

ترجمہ: اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ایک بدوی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ رب تعالیٰ قریب ہے تا کہ اس سے مناجات کریں یا دور ہے کہ اس کو پکاریں اس پر رب نے فرمایا۔

معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ کو دور سمجھ کر پکارنا برا ہے یہ بھی روایت ہے کہ آیت کریمہ غزوۂ خیبر کے موقع پر اتری جبکہ لوگ نعرۂ تکبیر لگانا چاہتے تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشا تھا کہ ہم خفیہ طور پر وہاں پہنچ جاویں کہ کفار کو خبر نہ ہو۔ چنانچہ روح البیان میں اسی آیت کے ماتحت ہے:

قال ابوموسى الا شعرى لما توجه رسول الله عليه السلام الٰى خيبر اشرف الناس علٰى واد

فرفعو اصواتهم بالتكبير فقال عليه السلام اربعو علىٰ انفسكم لاتدعون اصم ولا غائباًo

ترجمہ: جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خیبر کی طرف متوجہ ہوئے تو لوگ کسی اونچے جنگل پر چڑھے تو انہوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی۔ پس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اپنی جانوں پر نرمی کرو تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے ہو۔

روح البیان یہ ہی آیت:

هذا باعتبار المشارب والمقامات واللائق بحال الغفلات الجهر لقلع الخواطرo

ترجمہ: یہ موقع اور محل کے اعتبار سے ہے اور غافل لوگوں کے حال کے لائق ذکر بالجہر ہے برے خیالات کو دفع کرنے کے لیے۔

اعتراض ۴: مشکوٰۃ کتاب الاسماء باب ثواب التسبیح والتحمید میں ہے:

فجعل الناس يجهرون بالتكبير فقال رسول الله عليه السلام يا ايها الناس اربعوا علىٰ انفسكم انكم لا تدعون اصم ولا غائبا انكم تدعون سميعا بصيرا وهو معكم والذى تدعونهٗ اقرب الىٰ احدكم من عنق راجلتهٖo

ترجمہ: لوگ با آواز بلند تکبیر کہنے لگے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اے لوگو! اپنی جانوں پر نرمی کرو تم نہ تو بہرے کو پکارتے ہو نہ غائب کو تم تو سمیع و بصیر کو پکارتے ہو اور وہ تمھارے ساتھ ہے اور جس کو تم پکارتے ہو وہ تم سے بمقابلہ تمہاری سواریوں کی گردنوں کے زیادہ قریب ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر منع ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ناخوشی کا باعث۔

جواب: اس کا جواب ضمناً سوال نمبر ۲ کے ماتحت گزر چکا ہے کہ یہ حدیث ایک سفر جہاد کے موقع کی ہے اس وقت ضرورت تھی کہ مسلمانوں کا لشکر بغیر اطلاع خیبر میں داخل ہو جاوے تاکہ کفار خیبر جنگ کی تیاری نہ کر سکیں۔ بعض لوگوں نے بلند آواز سے تکبیر کہی چونکہ موقع کے خلاف تھا لہٰذا روک دیا گیا۔ اس حدیث کی ابتدا اس طرح ہے۔ كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فى سفر فجعل الناس يجهرون الخ ''ہم ایک سفر میں تھے کہ لوگ بآواز بلند تکبیر کہنے لگے۔'' یا یہ کہ مسلمانوں پر آسانی کے لیے بطور مشورہ یہ فرمایا گیا کہ تم سفر کی مشقت میں ہو پھر چیخنے کی مشقت بھی اٹھاتے ہو۔ اس کی کیا ضرورت ہے۔ لمعات میں اسی حدیث کے ماتحت حاشیہ مشکوٰۃ میں ہے:

فيه اشارة الیٰ ان المنع من الجهر للتيسير والارفاق لالكون الجهر غير مشروعo

ترجمہ: اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ یہ جہر سے ممانعت محض آسانی کیلئے ہے نہ اس لیے کہ جہر منع ہے۔

اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے ماتحت ہے:

دریں اشارت است کہ منع ارجہر برائے آسانی و نرمی است نہ از جہت نا مشروعیت ذکر جہر وحق آنست ذکر جہر مشروع است بے شبھہ مگر بعارض ایں رادررسالہ"اثبات نمودیم۔

ترجمہ: اس حدیث میں ادھر اشارہ ہے کہ جہر سے ممانعت نرمی اورر آسانی کیلئے ہے نہ اس لیے کہ جہر منع ہے اورحق یہ ہے کہ ذکر جہر بلاشبہہ مشروع ہے لیکن کسی وجہ سے اورہم نے اس کا ثبوت رسالہ اوراد میں دیا ہے۔

اعتراض ۵: ہدایہ جلد اول فصل فی تکبیرات التشریق میں ہے:

واخذ بقول ابن مسعود اخذا بالاقل لان الجهر بالتكبير بدعةo

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا قول لیا کم کو لینے کیلئے کیونکہ بلند آواز سے تکبیر کہنا بدعت ہے۔

اور بدعت میں کمی بہتر ہے ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے نزدیک نویں ذی الحجہ کی فجر سے دسویں کی عصر تک۔ ہر نماز فرض کے تکبیر تشریق کہنا چاہیے اور صاحبین کے نزدیک نویں کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک امام صاحب فرماتے ہیں کہ چونکہ تکبیر بالجہر بدعت ہے اور بدعت میں کمی بہتر۔ اس لیے صرف دو دن تکبیر کہو۔ جس سے معلوم ہوا کہ ذکر بالجہر بدعت ہے۔

اسی ہدایہ میں اسی فصل تکبیرات التشریق میں ہے۔

ولاالجهر بالتكبير خلاف السنة والشرع ورد به عند الستجماع هذه الشرائطo

ترجمہ: اور اس لیے کہ تکبیر بالجہر خلاف سنت ہے اور اس کا حکم ان شرائط کے جمع ہونے کی صورت میں ہے۔

جواب: امام صاحب اور صاحبین کا اختلاف اس تکبیر تشریق کے وجوب میں ہے نہ کہ جواز میں، یعنی امام صاحب تو صرف دو دن ضروری کہتے ہیں اور صاحبین پانچ دن۔ امام صاحب اس کو بدعت یا خلاف سنت کہہ کر وجواب

کا انکار فرماتے ہیں۔ ہم اسی بحث کے پہلے باب میں شامی سے نقل کر چکے ہیں کہ خود امام صاحب نے اہل کوفہ کو بازاروں میں نعرۂ تکبیر کی اجازت دی۔ کہیے اس بدعت کی اجازت کیوں دی؟ شامی باب صلوٰۃ العیدین میں عید الفطر کی بحث میں فرماتے ہیں:

والخلاف فی الافضلیة اما الکراهة فمنتفیة عن الطرفینo

ترجمہ: یعنی اختلاف محض افضیلت میں ہے۔لیکن کراہت وہ کسی طرف نہیں ہے۔

اسی شامی میں اسی جگہ ہے:

التکبیر جهرا فی غیر ایام التشریق لا یسن الا بازاء العدو او الصوص وقاس علیه بعضهم الحریق والمخاوف کلها زاد القهستانی او علاشرفاo

ترجمہ: ایام تشریق کے علاوہ اور دنوں میں نعرۂ تکبیر سنت نہیں مگر دشمن یا چوروں کے مقابلہ میں اور اس پر بعض لوگوں نے قیاس کیا ہے آگ لگنے اور تمام خوفناک چیزوں کو اور قہستانی نے زیادہ کیا ہے کہ بلندی پر چڑھنے کے وقت۔

درمختار باب العیدین میں ہے:

وهذا للخواص اما العوام فلا یمنعون عن تکبیر ولا تنفل اصلاo

ترجمہ: یہ احکام خواص کیلئے ہیں عوم کو تو نہ تکبیر سے روکو نہ نقل سے۔

شامی میں اسی بحث میں ہے:لا فی البیت ای لا یسن والا فهو ذکر مشروع غرضیکہ ثابت ہوا کہ ہدایہ کی یہ تمام گفتگو سنت ہونے میں ہے نہ کہ جائز ہونے ہیں۔ نیز تکبیر تشریق میں یہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ ہم پہلے باب میں عرض کر چکے کہ مولوی رشید احمد صاحب کا فتویٰ یہ ہے کہ ذکر بالجہر جائز ہے۔اور اگر ان آیات واحادیث کی یہ توجیہیں نہ کی جاویں تو مخالفین کے بھی یہ خلاف ہیں۔ کیونکہ بعض ذکر اللہ وہ بھی بلند آواز سے کرتے ہیں۔ جیسے اذان، بقرعید کے موقع پر تکبیر تشریق، حج میں تلبیہ، جلسوں کے موقعوں پر نعرۂ تکبیر اور فلاں صاحب زندہ باد وغیرہ، کیونکہ ان کے یہ دلائل تو ذکر بالجہر کو مطلقاً منع کر رہے ہیں اور احادیث احاد کی وجہ سے قرآنی آیت میں قید لگانا جائز نہیں لہٰذا یہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ ان موقعوں پر ذکر بالجہر حدیث میں آ گیا لہٰذا جائز ہے۔ کیونکہ قرآنی آیات میں حدیث سے پابندی لگانا کہاں جائز ہے۔

اعتراض ۶: فتاویٰ بزازیہ صفحہ ۳۷۸ میں ہے:

عن فتاویٰ القاضی انہٗ حرام لما صح عن ابن مسعود انہٗ اخرج جماعۃ عن المسجد یھللون ویصلون علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم جھرا وقال لھم ما اراکم الا مبتدعین o

ترجمہ: ''قاضی صاحب کے فتاویٰ سے نقل کیا کہ جہر سے ذکر کرنا حرام ہے کیونکہ حضرت عبداللہ ابن مسعود سے صحیح روایت کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے کہ انہوں نے ایک جماعت کو مسجد سے محض اسی لیے نکال دیا تھا کہ وہ بلند آواز سے لا ٓالہ الا اللہ اور بلند آواز سے آنحضرت پر درود شریف پڑھتی تھی اور فرمایا میں تمہیں بدعتی خیال کرتا ہوں۔''

دیکھو بلند آواز سے جماعت کے ساتھ مل کر ذکر اللہ اور درود شریف پڑھنا حرام ہے اور حضرت ابن مسعود نے ان ذاکرین اور درود خوانوں کو بدعتی فرمایا بلکہ انہیں مسجد سے نکال دیا۔ افسوس کہ آج ذکر بالجہر نہ کرنیوالوں کو وہابی کہا جاتا ہے۔ یہ ہے انقلاب زمانہ ایمان کفر بن گیا اور کفر ایمان (راہ سنت)

جواب: اس کے دو جواب ہیں: ایک الزامی اور دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تم بھی بدعتی ہوئے اور حرام کے مرتکب کیونکہ تمہارے دینی سیاسی جلسے ہوتے ہیں۔ تقریروں کے دوران نعرۂ تکبیر اور فلاں صاحب زندہ باد۔ دن رات مسجدوں میں ہوتے ہیں نہ تم ان بالجہر ذکروں پر فتوے لگاتے ہو نہ انہیں روکتے ہو۔ کیا مسجدوں میں صرف درود شریف بلند آواز سے پڑھنا حرام ہے۔ باقی تمہارے جلسے نعرے سب جائز۔

تحقیقی وہ ہے جو یہاں اسی جگہ فتاویٰ بزازیہ اور فتاویٰ شامی نے دیا ہے، جسے آپ نے نقل نہ فرمایا۔ اگر آپ پوری عبارت نقل کر لیتے تو اسی کا جواب ان کتابوں سے مل جاتا ہے۔ سنو اسی شامی میں ہے:

واما رفع الصوت بالذکر فجائز کما فی الاذان والخطبۃ والجمعۃ والحج و قد حررت المسئلۃ فی الخیریۃ وحمل ما فی فتاویٰ القاضی علٰی جھر المضر o

ترجمہ: بلند آواز سے ذکر کرنا جائز ہے۔ جیسا کہ اذان خطبہ جمعہ اور حج میں ہوتا ہے اور یہ مسئلہ فتاویٰ خیریہ میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے اور جو فتاویٰ قاضی میں ہے اس سے مراد نقصان دہ جہر ہے۔

معلوم ہوا کہ حضرت ابن مسعود نے ان لوگوں کو بدعتی فرمایا جو جماعت اول کے وقت جبکہ لوگ نماز جماعت سے ادا کر رہے تھے، یہ ذکر بالجہر کرتے تھے۔ جس سے لوگوں کی نماز میں حرج واقع ہوتا تھا یا کوئی اور دینی ضرر تھا۔

خلاصہ یہ کہ نقصان دہ جہر ممنوع ہے۔ اب ذرا فتاویٰ بزازیہ کو بھی دیکھ لو اسی حدیث ابن مسعود کو نقل فرما کر ایک اعتراض مع جواب فرماتے ہیں کہ اگر تم کہو کہ فتاویٰ میں تو یہ ہے کہ ذکر بالجہر سے کسی کو نہ روکو اگرچہ وہ مسجد ہی میں کرتے ہوں تا کہ اسی آیت کے خلاف نہ ہو جاوے۔ومن اظلم ممن منع مسٰجد اللہ ان یذکر الخ (بقرہ:۱۱۴) (اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ کی مسجدوں کو روکے ان میں خدا کا نام لیے جانے سے) حضرت ابن مسعود کا یہ عمل تمہارے ان فتاویٰ کے خلاف ہے۔

اس کے جواب میں عبارت فرماتے ہیں۔ جس میں یہ بھی ہے:

الاخراج عن السمجد یجوز ان یکون لاعتقادھم العبادۃ فیہ ولیعلم الناس بانہٗ بدعۃ والفعل جائز والجائز یجوز ان یکون غیر جائز لعرض یلحقہٗ ٥

ترجمہ: آپ کا انہیں مسجد سے نکالنا ممکن ہے اس لیے ہو کہ ان لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ جہر بھی عبادت ہے اور لوگوں کو یہ بتانا ہو کہ یہ عقیدہ بدعت ہے اور جائز کام کبھی کسی عارض کی وجہ سے ناجائز ہو جاتا ہے۔

اسی فتاویٰ میں اسی جگہ ہے: واما رفع الصوت بالذکر فجائز کما فی الاذان والخطبۃ والحج (اور ذکر میں آواز بلند کرنا جائز ہے جیسا کہ اذان اور خطبے اور حج میں) مخالفین کے عقلی اعتراضات صرف تین ہیں: اولاً تو یہ کہ خدا قریب ہے پھر زور سے چیخنا کیوں؟

جواب گزر چکا کہ یہ آواز بلند کرنا خدا تعالیٰ کے سنانے کے لیے نہیں بلکہ دیگر فوائد کے لیے ہے۔ جیسے اذان وغیرہ زور سے دی جاتی ہے۔ دوم یہ کہ درود صلی اللہ علیك وسلم یا رسول حدیث سے ثابت نہیں لہٰذا ناجائز ہے۔ اس کا جواب اسی کتاب میں اور مقام پر گزر گیا کہ دوا غذا دعا میں نقل خاص کی ضرورت نہیں بلکہ جو ناجائز کی حد میں نہ آوے وہ جائز ہے اور اس کی پوری تحقیق کی کہ کون سا درود پاک افضل ہے۔ ہماری کتاب شان حبیب الرحمٰن میں ملاحظہ کرو۔ تیسرے یہ کہ بعد نماز جو بلند آواز سے درود پڑھتے ہیں۔ ان سے نمازیوں کو تکلیف ہوتی ہے کہ نماز بھولتے ہیں۔ لہٰذا ناجائز ہے۔

جواب: اس کے چند جواب ہیں: پہلا یہ کہ اعتراض دعویٰ کے مطابق نہیں کیونکہ تم کہتے ہو ذکر بالجہر بالکل منع ہے۔ اور اس سے یہ ثابت ہوا کہ کسی نمازی کو اس سے تکلیف ہو تو منع ورنہ جائز۔ تو اگر کسی وقت کوئی نماز نہ پڑھ رہا ہو، تب جائز ہونا چاہیے۔ دوسرے یہ کہ یہاں پنجاب میں دیکھا جاتا ہے کہ بعد نماز فجر کچھ توقف کر کے اور عشاء کی سنتوں

اور وتر سے فارغ ہو کر یہ درود پڑھا جاتا ہے اور اس وقت سب لوگ نماز سے فارغ ہو چکتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ ہم اسی بحث کے پہلے باب میں احادیث پیش کر چکے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام بعد نماز بلند آواز سے ذکر کرتے تھے۔ نیز آج بھی بعض مسجدوں میں حفظ قرآن کے مدرسے ہیں جہاں کے طلبہ بعد نماز ظہر و عشاء چیخ کر قرآن یاد کرتے ہیں۔ کبھی مسجدوں میں بعد نماز عشاء دینی جلسے ہوتے ہیں جن میں نعرے بھی لگتے ہیں، تقریریں بھی ہوتی ہیں۔ بقر عید کے زمانہ میں جماعت فرض کے بعد فوراً ہی سب لوگ بآواز بلند تین بار تکبیر تشریق کہتے ہیں۔ کہیے ان ذکروں سے نمازی کا دھیان بٹتا ہے یا نہیں؟ اور یہ جائز ہیں یا منع؟ فقہاء جو فرماتے ہیں کہ ذکر بالجہر سے نمازیوں کو تکلیف پہنچے تو منع ہے۔ اس کا مقصد ظاہر ہے کہ جب جماعت کا وقت ہو لوگ نماز میں مشغول ہوں اور یہ ذکر بالجہر کر رہا ہو، یہ منع ہے۔ نہ یہ کہ نماز بھی ہو چکی، لوگ فارغ ہو کر اب ذکر و تلاوت میں مشغول ہو گئے۔ اب کوئی شخص تارک الجماعت بعد میں آیا تو اپنی نماز کے حیلے سے سب کو خاموش کرتا پھرے کہ چونکہ مجھے اب نماز پڑھنا ہے لہٰذا اے نمازیو! اے قرآن یاد کرنیوالو واعظو تم سب خاموش ہو جاؤ۔ خیال رہے کہ مساجد میں زیادہ اہتمام جماعت اول کا ہوتا ہے جس پر بہت سے شرعی مسئلے متفرع ہیں۔ مکہ معظّمہ میں صرف جماعت اولیٰ کیلئے طواف بند ہوتا ہے۔ جہاں یہ جماعت ختم ہوئی طواف شروع ہوا۔ اور طواف میں دعاؤں کا اس قدر شور ہوتا ہے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ کہیے وہاں اس ذکر بالجہر کا کیا حکم ہے؟ کیا نمازوں کے خلل کی وجہ سے طواف بند کراؤ گے۔